



کشف الاسرار و عُدۃ الابرار

کبیر احمد جانیسی۔ ایکس ڈائریکٹر
انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہندوستان

یہ تفسیر چھٹی صدی ہجری کے اوائل (۵۲۰ھ) میں لکھی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کا شمار اپنے زمانے کی مشہور ترین تصنیفوں میں ہوتا تھا اس وجہ سے اس کے متعدد مکمل اور نامکمل مخطوطے دنیا کے مختلف کتابخانوں میں محفوظ رہ گئے تھے۔ قدرت نے اس کے زیور طبع سے آراستہ ہونے کے زمانہ چودھویں صدی ہجری مقرر کر رکھا تھا اور اب سے نصف صدی پہلے کے ایران کے مشہور دانشور، ماہر تعلیم، وزیر و سفارتکار ڈاکٹر علی اصغر حکمت کے لئے یہ شرف مخصوص کر رکھا تھا کہ یہ کام ان کے ہاتھوں انجام پائے چنانچہ انہوں نے ۱۹۵۲ء (۱۳۳۱ھ ش) میں اس تفسیر کی پہلی جلد تہران یونیورسٹی کی طرف سے شائع کروائی جو بڑی تقطیع کے ۸۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں صرف سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ کی تفسیر ہے۔ اردو داں طبقہ کشف الاسرار کے نام اور جتہ جتہ فارسی عبارتوں سے پروفیسر نذیر احمد صاحب کے مقالے ”حکیم سنائی غزنوی کی مقبولیت خود اپنے زمانے میں“ کے ذریعے آشنا ہوا جو ۱۹۸۸ء کے مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ میں اصل کتاب کی اشاعت کے چھتیس برسوں کے بعد شائع ہوا تھا۔ پروفیسر نذیر احمد صاحب کے مذکورہ مقالے کی اشاعت کے دس سالوں کے بعد اب اس کے متن کا ایک تحلیلی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بے محل نہ ہوگا اگر یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے مکمل تفسیر کو دس جلدوں میں مرتب کیا ہے جو ساری کی ساری تہران یونیورسٹی سے شائع ہو چکی ہیں افسوس ہے کہ ساری جلدوں کا حاصل مطالعہ پیش کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس مقالے میں جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے وہ صرف پہلی جلد کا حاصل مطالعہ ہے۔

کشف الاسرار و عدة الابرار کے متعدد مخطوطوں کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے اس تفسیر کے مصنف کا پورا نام اور لقب 'جو کسی مخطوطے کے سرورق سے نقل ہوگا' یوں تحریر کیا ہے "امام السید رشید الدین ابی الفضل بن ابی سعید احمد بن محمد بن محمود المیددی" لیکن ڈاکٹر سید حسن سادات ناصری اور منوچر دانش پڑوہ نے اپنی مشترکہ تالیف "ہزار سال تفسیر فارسی (۱)" میں "شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن ابی سعد بن محمد بن احمد مریزیبیدی" تحریر کیا ہے۔ ان دونوں ناموں میں جو فرق ہے اس کے بارے میں کہا نہیں جاسکتا کہ غلطی کس سے اور کہاں ہوئی کیونکہ کشف الاسرار کے مقدمہ اور "میریذ سال تفسیر فارسی" دونوں میں اپنے اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے یہ "میریذ" کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا ہے؟ شیخ الامام ابو الفضل احمد (علی اصغر حکمت کے امام السید رشید الدین ابی الفضل) کے لئے (یا محمد بن احمد دین کو علی اصغر حکمت محمد بن محمود قرار دیتے ہیں) کے لئے اگر آخر الذکر کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مفسر کے پردادا عالم فاضل بزرگ تھے جن کو ان کے دیار کے لوگ مریذ (یزد کا سورج) کہا کرتے تھے۔ اگر یہ لفظ خود مفسر کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اپنی زندگی ہی میں یا انتقال کے مؤخراتی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی کی جائے "مید کا سورج" کہنے کے لوگ ان کو "یزد کا سورج" کہنے لگے تھے۔ یاد رہے کہ مید آج بھی ضلع یزد کا ایک پس ماندہ گاؤں ہے مگر صاحب کشف الاسرار و عدة الابرار کا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے علمی دنیا میں "اصفہان" و "شیراز" "ری" سے کسی طرح آم مشہور نہیں ہے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں "خلاصہ تفسیر ادنیٰ و عرفانی قرآن مجید" از کشف الاسرار ردہ جلدی اثر خواجہ عبداللہ انصاری کا بھی ذکر کر دیا جائے جس کو جناب حبیب اللہ آموزگار نے دو جلدوں (جلد اول ۵۸۳ صفحات جلد دوم ۶۷۱ صفحات مجموعی صفحات ۱۲۵۴) میں انتشارات اقبال سے شائع کروایا ہے جس کی چھٹی طباعت ۱۳۶۸ھ ش (۱۹۸۹ء) میں منظر عام پر آئی تھی اور یہی اشاعت اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس خلاصہ کے مقدمہ میں حبیب اللہ آموزگار صاحب نے بھی دوسروں کی آراء کی ہم نوائی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "اصل آن از خواجہ عبداللہ انصاری و شرح تفصیل آن از امام رشید الدین احمد بن محمود میدی است" (۲) ہم آگے کی سطروں میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کشف الاسرار و عدة الابرار کے نام سے جو متن ہمارے سامنے ہے اس میں کتنا حصہ خواجہ عبداللہ انصاری کا ہے اور کتنا رشید الدین احمد بن محمود میدی کا؟ اس وقت ہم ان چند الفاظ کو یہاں نقل کر رہے ہیں جو پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی فارسی زبان میں مستعمل تھے اور اب متروک ہو کر تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ گئے ہیں ان الفاظ کا استعمال میدی کی تحریر میں ہوا ہے۔ جناب حبیب اللہ آموزگار نے اپنے خلاصے میں بڑی مختصر سی فہرست شائع کی ہے جس کو ہم یہاں من و عن نقل کرتے ہیں۔

ارادی: سپاس گزاری، افسوس: مسخرہ، اوکندن: افگندن، بند در: در بند،
 بیوسیدن: امید داشتن، توقع داشتن، پائیدن: نگاہ داشتن، پیشتی داشتن: توکل کردن،
 پاسیدن: ہم بستری باز کر دیمس کردن، تاوستن: ایستادگی کردن، تاوش: تابش، تاوند
 سخت توانا، توی در توی: دو چند از، در واخ: تن درستی، بہبودی: دست باز داشتن: زن در،
 طلاق دادن: سندن: گرفتن، ستردن: نابود و محو کردن، ستحیدن: لچ کردن، سوریان: سود
 و زیان، کنایہ: مہرہ کا بین، کفتن: شکافتن و گرفتن، گوشوان: نگہبان، گوئیدن: حفظ
 کردن، فایز: دانستادن، ایستادن: درنگ کردن، ور: بر، یاویدن: احاطہ، یازیدن: کشیدن،
 یالیدن: جنگ کردن۔

زیر نظر تفسیر کو ایک مدت دراز تک خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کردہ تفسیر سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس غلط فہمی
 کو مٹ کرنے کی ضرورت داری خود صاحب کشف الاسرار و مکارم الاخلاق پر غائد ہوتی ہے جنہوں نے اس کتاب کے شروع ہی
 میں اس بات کا اعلان فرمادیا ہے کہ ان کی تحریر کردہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاری کی تفسیر سے مستفاد ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری (۳۹۶ھ - ۵۰۳ھ / ۱۰۸۱ھ - ۱۰۸۸ھ) جو پیر ہرات کے نام سے مشہور ہیں پانچویں
 صدی ہجری کے انتہائی مشہور و مقبول صوفی عالم اور ادیب تھے۔ ان کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر یکساں قدرت
 حاصل تھی یاد رہے کہ ان کی مادری زبان ہروی تھی انہوں نے عربی زبان کی مشہور کتاب طبقات الصوفیہ کا اسی زبان یا
 بولی میں ترجمہ کیا تھا۔ ان کے اکثر آثار و ستمبر زمانہ سے محفوظ ہیں مگر ان کی تحریر کردہ تفسیر کا ایک ورق بھی محفوظ نہیں
 ہے۔ حتیٰ کہ ان کی تفسیر کے اقتباسات یقینی طور پر دوسری تفسیروں میں بھی تلاش نہیں کئے جاسکتے۔ ہماری محدود نظر
 جہاں تک جاسکتی ہے خواجہ عبداللہ انصاری کے ایک بھی تذکرہ نگار نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ ان کی تفسیر عربی
 زبان میں لکھی گئی تھی یا فارسی زبان میں خود کشف الاسرار میں اس طرح کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ علاوہ برائیں احمد بن
 محمود میدی نے اپنے آغاز کلام میں لکھا ہے کہ خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کردہ تفسیر ایجاز و اختصار کا اعجاز تھی اس لئے
 انہوں نے عبداللہ انصاری کے افکار و خیالات کو اپنی تفسیر کے ذریعہ کھولنے کی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا
 ہے خواجہ عبداللہ انصاری کی تفسیر کا ہر ورق برباد ہو چکا ہے اس لئے ہمارے لئے یہ حتمی فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ رشید
 الدین احمد بن محمود میدی کی تفسیر میں کس حد تک خواجہ عبداللہ انصاری کے افکار و خیالات ان کے الفاظ یا رشید الدین احمد
 بن محمود میدی کے الفاظ میں محفوظ و موجود ہیں۔ صرف وہ مقامات جہاں پر خواجہ عبداللہ انصاری کا صراحتاً نام لیا گیا ہے
 ان کے قلم سے نکلے الفاظ پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ ان مقامات کے علاوہ بقیہ ساری کی ساری تحریر رشید الدین احمد بن محمود

یہدی کی معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہدی نے جہاں جہاں خواجہ عبداللہ انصاری کا حوالہ دیتے ہوئے کوئی بات لکھی ہے ان سب اجزا کو کشف الاسرار سے الگ کر لیا جائے اور پھر ان کا موازنہ و مقابلہ ان کے دست برد زمانہ سے محفوظ رسائل مثلاً مناجات نامہ، نصائح، قلندر نامہ اور الہی نامہ وغیرہ سے کر کے دیکھا جائے کہ یہدی نے کس حد تک اور کہاں کہاں سے خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ یہ مطالعہ بہت دلچسپ اور مفید نتائج کا حامل ہو گا۔ کاش کسی صاحب قلم عالم کا دھیان اس طرف مبذول ہوتا۔

زیر نظر تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت بعض مقامات پر تو شبہ ہونے لگتا ہے کہ یہدی نے محض تبر کا خواجہ عبداللہ انصاری کا نام لیا ہے۔ ورنہ اصلاً تفسیر ان ہی کا شاہکار تھی تو دوسری طرف یہدی کی تفسیر ”المناب“ کا شاہکار ہے۔ انہوں نے ایک آیت کی تفسیر تین نوبتوں میں لکھی ہے۔ جس کو وہ نوبت اول سے موسوم کرتے ہیں اس میں کلام پاک کی آیت کے چھوٹے چھوٹے فقرے اور ان کا فارسی ترجمہ درج کیا گیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی گئی ہے۔ نوبت دوم میں اس آیت کی واقعی ”تفسیر“ ہے اور نوبت سوم میں آیت زیر بحث کی متصوفانہ توجیہ و تاویل و تشریح ہے اور اس نوبت میں خواجہ عبداللہ انصاری کا بار بار حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک ایک آیت کا تین تین انداز سے مطالعہ کرنے کی وجہ سے کبھی کبھی ایک آیت کی ”تفسیر“ پندرہ شائع شدہ صفحات میں سما سکتی ہے جس کی وجہ سے ایک عام آدمی کے لئے اس تفسیر سے استفادہ کرنا کوئی خوش کن عمل نہیں ہوتا۔ علاوہ براین رشید الدین احمد بن محمود یہدی کی زبان کا سمجھنا بھی صرف فارسی زبان جاننے والوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگرچہ انہوں نے یہ تفسیر ۵۲۰ھ میں مکمل کی تھی اور اس وقت تک ”خالص فارسی“ نویسی کا آغاز ہو چکا تھا مگر یہدی کی تحریر اتنی عربی آمیز ہے کہ صرف فارسی زبان جاننے والا اس کو سمجھنے سے قاصر ہے رشید الدین احمد بن محمود یہدی نے نوبت دوم میں خاص طور سے اتنے بڑے بڑے عربی کے لکڑے بغیر ترجمے کے نقل کر دیے ہیں کہ جب تک آدمی عربی زبان سے واقف نہ ہو اس کو نہ سمجھ سکے گا۔ (۳) اس تفسیر کا یہی ”وصف“ اس کے علمی پایہ کو ”بلند“ بھی کرتا ہے اور یہی اس کا ”نقص“ بھی قرار پاتا ہے۔

باوجود اس کے کہ یہدی کی تحریر کردہ تفسیر عمیق علیت سے گراں بار ہے اور اس سے استفادہ کرنا ہر پڑھے لکھے شخص کے بس کی بات نہیں ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالموں کی محفلوں میں اس کو مقبولیت حاصل رہی ہے ۵۲۰ھ کی تحریر کردہ اس تفسیر کو جب چودھویں صدی ہجری میں مرتب کیا گیا تو صرف فرد واحد کی کوششوں سے اس کو نو مکمل اور نامکمل مخطوطے دریافت ہوئے جو ترکی، افغانستان اور ایران کے کتابخانوں میں محفوظ تھے۔ ڈاکٹر علی اصغر حکمت کے بعد پھر کسی شخص نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ اس کے مزید مخطوطوں کے حصول کی سعی و جہد کر تاوہ نہ ممکن تھا کہ یہ تعداد تین گنی یا چار گنی ہو چکی ہوتی۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت نے اپنے پیش نظر مخطوطوں کے بارے میں کوئی تفصیلی اطلاع درج نہیں کی ہے جس سے ان مخطوطوں کی قدامت اور ان کی دوسری خصوصیات کے بارے میں کوئی علم

ہو سکتا۔ اس وقت صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ قدرت نے کشف الاسرار وعدۃ الابرار کو دستبردار زمانہ سے محفوظ رکھا اور اس کے سال تالیف کے نو سو سال کے بعد افادۂ عام کی راہیں کھول دیں۔

رشید الدین احمد بن محمود مہدی نے اپنی زیر بحث تفسیر میں دوران تفسیر فقہی مسائل کی طرف بھی اشارے کئے ہیں، آیات کی شان نزول بھی تحریر کی ہے علاوہ براین مسئلہ اور فصل کے عنوانات سے اپنے قاری کی ذہنی تشریح کے لئے قابل قدر مواد بھی فراہم کیا ہے جس کے غائر مطالعے کے ذریعے پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی ہجری کے ربیع اول کے ایران کے مذہبی معتقدات اور ان مسائل تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے جو اس زمانے کے سان ایسے مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے اپنے اپنے علم و استعداد کے مطابق ہر سماج کے ایسے مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے اپنے علم و استعداد کے مطابق ہر مفسر اور ہر عالم سرگرداں تھا۔ ڈاکٹر سادات ناصری نے مہدی کو شافعی، اشعری قرار دیا ہے (۴) مگر اس بات کی نشاندہی نہیں کی ہے کہ یہ بات انہوں نے کس کتاب کے حوالے سے لکھی ہے تاہم ان کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ کشف الاسرار وعدۃ الابرار میں جہاں جہاں کلام پاک کی آیتوں سے فقہی مسئلوں کا استخراج کیا گیا ہے وہاں وہاں ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مسلک کا ذکر کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو امام شافعی کے مسلک کا ضرور ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پر ہم اپنے قارئین کی توجہ ایک اہم نکتہ کی طرف مبذول کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ خواجہ عبداللہ انصاری حنبلی فقہ کے پیرو اور اس پر عامل تھے، مہدی کے بارے میں ابھی ابھی تحریر کیا جا چکا ہے کہ ان کے شافعی المسلک ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ایک شافعی نے ایک حنبلی کی تفسیر کو سامنے رکھ کر مہدی یہ کام انجام نہیں دے سکتے تھے؟ اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ بعض تاریخوں میں لکھا گیا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے ایران میں سنیوں کے فقہی مسلکوں کی باہمی جنگ نے ایران کے سماج کو عقب ماندہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ نظریہ انتہا پسندی کا حامل ہے اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ باہمی فقہی اختلاف رہا ہو گا مگر شبہ اس میں ہے کہ یہ اختلاف ”کشت و خون“ تک پہنچ گیا ہو گا، اگر ایسا ہوتا تو شافعی احمد بن محمود مہدی، حنبلی خواجہ عبداللہ انصاری کی تحریر کی وہ پذیرائی نہ کرتے جو کشف الاسرار وعدۃ الابرار کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔

اب ہم کشف الاسرار کے متن کے مطالعے کا آغاز کرتے ہیں۔ سب سے پہلے نمونہ کے طور پر سورہ بقرہ کی پانچ آیتوں کے ایک مجموعے کو نقل کرتے ہیں جن کو موجودہ متن میں ایک ہی جگہ لکھا گیا ہے یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ ترتیب مفسر کی ہے یا کاتب کی یا مرتب تفسیر کی؟ بہر حال ان آیات کی تینوں ”نوہتوں“ کو مع ان کے اردو ترجمے کے ذیل کی سطور میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ ہر ”نوہت“ میں مہدی کا انداز فکر و بیان کیا ہے؟

النوبة الاولى قوله نعم: ”ان الصفا و المروة من شعائر الله“ صفا و مروة از نشانهای



ملت اللہ است، ”فمن حج البيت“ ہر کہ قصد و آہنگ خانہ کند، ”واعتمر“ یا بزیرارت خانہ رود، ”فلا جناح علیہ“ بروتنگی نیست، ”ان بطوف بهما“ کہ طواف کند میان آن ہر دو، ”و من تطوع خيراً“ و ہر کہ از طوع و خواست دل خویش کاری کند ”فان اللہ شاکر علیم“ اللہ سپاس دارست و پاداش دہ بکر دار خلق دانا۔

پہلی نوبت (۵) اللہ تعالیٰ کا قول: صفاور مروہ (۶) اللہ کی ملت کی یادگاریں ہیں ہر وہ شخص جو کہ گھر ”عبہ کے سفر“ کا ارادہ کرتا ہے یا گھر کی زیارت کے لئے اس میں داخل ہوتا ہے اس پر کوئی پریشانی (۷) نہیں ہے کہ وہ ہر دو (یعنی صفاور مروہ) کے درمیان طواف کرے یہ وہ شخص جو کہ اپنے دل کی خواہش اور رغبت سے کام کرے تو اللہ عقیق مند مخلوق کے کردار پر سزا اور جزا دینے والا ہے۔

”ان الذین یکتُمون“ ایشان کہ پنہان میدارند ”ما انزلنا“ آنچه ما فرو فرستادیم ”من البینات“ از پیغامہای روشن و نشانہای پیدا ”والہدی“ وراء نمونی، ”من بعد ما بیناہ للناس“ پس آنت ما آنرا پیدا کردیم مرد مانرا، ”فی الکتاب“ درنامہ خویش ”اولئک یلعنہم اللہ“ ایشان آند کہ اللہ لعنت میکند بریشان، ”و یلعنہم اللہ عنون“ و بایشان میر سد لعنت لعنت گران۔ وہ لوگ جو کہ اس چیز کو مخفی رکھتے ہیں جن کو ہم نے نازل فرمایا ہے واضح پیغاموں اور کھلی ہوئی نشانوں کے ساتھ اور راہ ہدایت اس کے بعد ہم نے اس کو انسانوں پر ظاہر کیا اپنی (نازل کردہ) کتاب میں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنتیوں کی (بھی) لعنت پہنچتی ہے۔

”انا الذین تابو“ مگر اینان کہ توبت کردند، ”و اصلحو“ و تباہ کردہ راست کردند، ”و بینوا“ و پنہان کردہ پیدا کردند، ”فاولئک اتوب علیہم“ ایشان آند کہ از یشان توبہ پذیرم، ”و انا التواب الرحیم“ و منم خداوند توبہ پذیر بخشاینده مہربان۔

مگر وہ لوگ جنہوں نے کہ توبہ کی اور کی ہوئی غلطی کو درست کیا اور جس چیز کو انہوں نے پوشیدہ کیا تھا اس کو ظاہر کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں میں توبہ قبول کرنے والا اور بخش کرنے والا اللہ ہوں۔

”ان الذین کفرو“ ایشان کہ کافر شدند بخدای خویش ”و ماتوا و ہم کفار“ و بمردند و ایشان بر کفر خویش بودند، ”اولئک علیہم لعنة اللہ“ ایشانند کہ بریشانست لعنت خدا، ”و الملائکۃ“ و لعنت فریشتگان وی ”و الناس اجمعین“ و لعنت راہ راستان مردمان

ہمہ۔

وہ لوگ جنہوں نے اپنے خالق کا انکار کیا اور مر گئے اور وہ لوگ اپنے انکار پر قائم تھے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت (ہے) اور اس کے فرشتوں کی لعنت (ہے) اور تمام راہ راست پر چلنے والوں کی لعنت ہے۔

”خالدین فیہا“ جاویدان در آتش ایشانند ”لا یخفف عنهم العذاب“ سبک نکنند از ایشان عذاب ہر گز ”لا ہم یظرون“ و نہ در ایشان نگرند۔

یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ہرگز ان کے عذاب کو (اللہ) ہلکانہ کریں گے (اور نہ ہی) ان پر نظر کرم کریں گے۔

النوبة الثانية۔ قوله نعم: ”ان الصفا و المروة“ صفا سنک سپید سخت باشد یعنی صافی کہ در آن پیچ خلطی بود از خاک و گل و غیر آن و مروه سنگی باشد سیاه و سست و نرم کہ زود شکستہ شود و گفتگہ اند آدم و حوا چون آنجا رسیدند آدم بکوه صفا فرو آمد و حوا بکوه مروه پس ہر دو کوہ را بنام ایشان باز خواندند صفا از آن خواندند کہ آدم صفی آجا فرو آمد مروه از آن گفت کہ مراة یعنی جفت آدم آنجا فرو آمد ”من شعائر اللہ“ ای متعبداتہ الی اشعر ہا اللہ ای جعلہا علماً لنا شعائر اللہ اعلام دین حق باشد و نشانہای ملت حنیفی اما اینجا مناسک حج میخوابد فکانہ قال ”ان الطواف بالصفا و المروة من اعلام دین اللہ و مناسک حجہ“ طواف کردن میان صفا و مروه از مناسک حج است و از ارکان آن و این طواف آنست کہ علما آنرا سعی خوانند مصطفی ع گفت ”ان اللہ کتب علیکم السعی کما کتب علیکم الحج“ و قالت عائشة ”لعمری ما حجمن لم یسع بین الصفا و المروة“ لان اللہ سبحانہ یقول ”ان الصفا و المروة من شعار اللہ“ و مصطفی ع چون برابر صفا رسی این آیت برخواند آنکہ گفت ”ابدا بما بدا اللہ بہ“ فبدا بالصفا ورقی علیہ حتی اذا رای البیت مشی حتی اذا تصویت قدما ہ و الوادی سعی۔

دوسری نوبت۔ ارشاد باری تعالیٰ ”صفا اور مروه“ صفا سفید سخت پتھر ہوتا ہے یعنی اتنا صاف کہ اس میں گرد مٹی وغیرہ کی کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اور مروه کالا کمزور اور نرم پتھر ہوتا ہے جو کہ جلد ٹوٹ جاتا ہے اور لوگوں کا قول ہے (۸) کہ آدم اور حوا جب وہاں پہنچے تو آدم صفا پہاڑی پر اترے اور حوا پہاڑی مروه پر بعد ازاں لوگوں نے دونوں پہاڑیوں کو ان کے ناموں سے موسوم کیا لوگوں نے صفانام اس لئے رکھا کہ اس پر آدم صفی کا نزول ہوا تھا دوسری پہاڑی کو

مروہ اس لئے کہا کہ وہاں مراۃ عورت یعنی آدم کی اہلیہ اتری تھیں ”نشانوں میں سے ہیں اللہ کی“ یعنی یہ دونوں عبادت کی جگہیں ہیں جن کو اللہ نے ہمارے لئے نشانیاں بنائی ہیں۔ اللہ کی نشانیاں شعائر اللہ جن سے دین حق اور ملت حنیف کی نشانیاں کا اعلان ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے حج کے مناسک مراد ہیں۔ گویا کہ آپ نے اس طرح فرمایا ”صفا اور مروہ کا طواف اللہ کے دین کا اعلان اور حج کا ایک رکن ہے اور یہ وہی طواف ہے جس کو علماء ”سعی“ کہتے ہیں مصطفیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح حج کو جناب عائشہ فرماتی ہیں ”میری زندگی کی قسم جس نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کی اس نے حج نہ کیا“ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔“ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوہ صفا کے مقابل پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔ پھر اس وقت فرمایا ”میں وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے چنانچہ آپ نے صفا سے شروع کیا اور اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ جب خانہ کعبہ نظر آیا تو نمل کر چلنے لگے حتیٰ کہ جب آپ نیچے اتر آئے تو سعی کرنے لگے“

ابن عباس قومی را دید کہ میان صفا و مروہ طواف میگردند، گفت این سنت مادر اسماعیل است کہ چون اسماعیل گرسنہ و تشنہ شد و وی تنها بود و کس از آدمیان انرا نہ، و طعام و شراب نہ، برخاست و بکوہ صفا بر شد و روی در وادی کرد، تا خود ہیچکس را بیند، ہیچکس را ندید فرو آمد، چون بوادی رسید گوشہ درع برگرفت و بشتافت، و گرم برت تا بر مروہ رفت، در نگرست کس را ندید، دیگر باروہ فرو آمد قصد صفا کرد، تا ہفت بار چنین بگشت، پس رب العالمین برکات قدم ویرا و متابعت سنت ویرا آن طواف بر جہانیاں فرض کرد تا بقیامت۔

ابن عباسؓ نے ایک جماعت کو دیکھا جس کے افراد صفا اور مروہ کے درمیان طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے (ابن عباسؓ) نے کہا: یہ اسماعیلؑ کی والدہ کی سنت ہے جب اسماعیلؑ بھوکے اور پیاسے ہوئے اور وہ اکیلی تھیں اور وہاں نہ کوئی انسان موجود تھا اور نہ کھانے پینے کی کوئی چیز وہ انہیں اور کوہ صفا پر چڑھ گئیں اور اپنا چہرہ نیچے کی طرف کیا (یعنی نیچے دیکھا) کہ وہ کسی شخص کو دیکھ لیں، انہوں نے کسی شخص کو نیچے نہ دیکھا (تو) نیچے اتر آئیں جب وادی میں پہنچیں تو قمیص کا کونہ پکڑا (۹) اور بھاگیں اور تیزی سے بھاگیں حتیٰ کہ مروہ پر جا پہنچیں، انہوں نے (نیچے) نظر ڈالی مگر کسی کو بھی نہ دیکھا، وہ دوبارہ نیچے آئیں اور صفا پر (چڑھنے) کا ارادہ کیا اسی طرح وہ سات مرتبہ آئیں اور گئیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں کی توصیف (۱۰) اور پیروی میں اس طواف کو دنیا والوں کے لئے قیامت تک فرض کر دیا۔

”فمن حج البيت او اعتمر“ معنی حج و عمرہ زیارت کردن حانہ کعبہ را و قصد آن

داشتن میگوید۔ ہر کہ حج کند یا عمرہ ”فلا جناح علیہ ان یطوف بہما“ بروی تنگی نیست کہ میان صفا و مروہ سعی کند تشدید در طاء از اخفاء تاء است در طاء اصل آن یتطوف است و اصل قصہ آنست کہ در زمان جاہلیت مردی و زنی در کعبہ شدند بفاحشہ ئی و نام مرد اسفا بن یعلی بود و نام زن نائلۃ بنت الدیک، ہر دورا مسخ کردند، پس عرب ایشانرا بیرون آور دند و عبرت را یکی بر صفا نہادند و یکی را بر مروہ، تا خلق از اطراف میآمدند و ایشانرا میدیدند۔

حج کے معنی خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کرنا اور عمرہ کے معنی اس کی زیارت کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ شخص جو دونوں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرے اس پر کوئی پریشانی نہیں ہے ط پر تشدید کے تلفظ کی وجہ سے ہے اس کی اصل یتطوف ہے اور اس کا اصل قصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرد اور ایک عورت خانہ کعبہ میں زنا کے مرتکب ہوئے مرد کا نام اسفا بن یعلی تھا اور عورت کا نائلہ بنت الدیک اللہ نے دونوں کو مسخ کر دیا، بعد ازاں عرب ان کو خانہ کعبہ سے باہر لے آئے اور لوگوں کی عبرت کے لئے ایک کوہ صفا پر رکھ دیا اور ایک کوہ مروہ پر لوگ چاروں طرف سے آتے تھے اور ان کو نگاہ عبرت سے دیکھتے تھے۔

روز گار بریشان در از شد، و پسینیان با ایشان الف گرفتند، چشمہا و دلہا از ایشان پرشد، شیطان بایشان آمد و گفت کہ پدران شما اینانرا می پرستیدند، و ایشانرا بر پرستش آنان داشت، روز گار دراز در زمان فترت و جاہلیت پس چون اللہ نعم رسول خود را بہ پیغام نواخت، و اسلام در میان خلق پیدا شد، قومی از مسلمانان کہ در جاہلیت دیدہ بودند کہ آن دو بت را می پرستیدند، تخرج کردند از سعی کردن میان صفا و مروہ، ترسیدند کہ در چیزی افتند از آنٹ در زمان جاہلیت در آن بودند، اللہ نعم این آیت فرستاد کہ سعی کنید، و آن حرج کہ ایشان میدیدند از ایشان بنہاد۔

ان لوگوں پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا بعد کی نسلیں ان کی عادی ہو گئیں ان کی آنکھیں اور دل کو دیکھتے دیکھتے بھر گئے، شیطان ان لوگوں کے پاس آیا اور اس نے کہا تمہارے کباء ان کی (اساف اور نائلہ) پرستش کرتے تھے دو پیغمبروں کے درمیان کے لمبے (۱۱) جاہلیت کے زمانے میں ایک عرصے تک کے لئے (شیطان نے) ان لوگوں کو ان (دونوں) کی پرستش کی راہ کر لگا دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے پیغام سے نوازا اور مخلوق کے درمیان اسلام کا ظہور ہوا

مسلمانوں کی ایک جماعت جس نے جاہلیت کے دور میں دیکھا تھا کہ لوگ ان دونوں بیوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے سے گریز کیا۔ وہ لوگ ڈرتے کہ کسی اس چیز میں نہ پڑ جائیں جس میں زمانہ جاہلیت میں پڑتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ طواف کرو اور وہ تردد (۱۲) جس کو یہ لوگ طواف میں دیکھتے اس کا احساس ان کے دلوں سے ختم کر دیا۔

اگر کسی گوید کہ چون فرمود کہ حج و عمرہ از شعائر اللہ، دیر فرمود فلا جناح علیہ ان یطوف بہما؟ میگوئیم کہ بر صفا ”اساف“ بود و بر مروہ ”ناثلہ“ و آن دو بت بود و بعضی گفته اند کہ دو کسی بودند مردی و زنی زانیان و اکنون از چہار رکن حج یکی سعی است، بمذہب شافعی و مالک و احمد، و ترک آن روا نیست و ہیچ چیز بجای آن نیست، اما بمذہب ابو حنیفہ، سعی از واجبات حج است نہ از ارکان آن، و قربان بجای آن بیستند، و دلیل شافعی خبری است کہ مصطفیٰ ع گفت ”اسمعوا فان اللہ کتب علیکم السعی“

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ حج اور عمرہ ملت اللہ کی نشانیاں ہیں، پھر یہ بھی فرمایا کہ جنہوں نے ان دونوں (صفا اور مروہ) کے درمیان سعی کی ان پر کوئی پریشانی (گناہ) نہیں ہے۔ (۱۳) اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ اور یہ دونوں بت تھے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ دو افراد تھے ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت اب حج کے چار رکنوں میں سے ایک رکن سعی ہے شافعی، مالک اور احمد بن حنبل کے مسلک میں اس کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے اور کوئی چیز اس کا بدل نہیں ہے لیکن ابو حنیفہ کے مسلک میں سعی حج کے واجبات میں سے ایک ہے نہ اس کے اس کے ارکان میں سے ایک اور قربانی اس کا بدل ہے امام شافعی کی دلیل ایک حدیث پر مبنی ہے آنحضرت کا ارشاد ہے ”سعی کرو اس لئے کہ اللہ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے۔“

”ومن یطوع خیراً“ قرآن حمزہ و کسائی ”من یطوع“ بیاد جزما ست اصل آن ”یتطوع“ میگوید، ہر کہ بیرون از فرائض عملی کند و طاعتی آرد و تقریبی نماید بطواف کردن گرد حانہ کعبہ یا بنماز نوافل، خدای عز و جل از وی پسندد و سپاس داری کند و بدان پاداش دہد

حمزہ اور کسائی کے نزدیک اس کی قرات من یطوع ہے ہی کے جزم کے ساتھ ہے اور اس لفظ کی اصل یطوع ہے ہر وہ شخص جو فرائض کے علاوہ کوئی عمل کرتا ہے، کوئی اطاعت بر لاتا ہے اور خانہ کعبہ کے گرد طواف کرے یا نفل نماز ادا کرے اللہ سے اپنی قربت کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے اس کی سپاس داری (۱۴) کرتا ہے اور اس

عمل پر انعام دیتا ہے۔ (۱۵)

”فان الله شاكر عليم“ شاكر نامی است از نامهای خداوند عزوجل و معنی این نام آنست کہ از بندہ طاعت خرد پذیرد و آنرا بزرگ کند و عطاء خود بسیار دهد و آنرا اندک شمرد، از اینجا گفته اند، ”دابة شکور“ چارپائی کہ علف اندک خورد و زود فربه شود، نہ بینی کہ خدای عزوجل این همه نعمت راحت و انواع لذات و شہوات در دنیا بر بندگان خود ریخت، آنگہ آنرا چیزی اندک خداوند و گفت ”قل متاع الدنيا قليل“ و در عقبی آن همه کرامت و نواخت کہ در بہشت دوستانرا داد آنرا غرفہ خواند و گفت ”اولئك يجزون الغرفة بما صبروا“ و طاعات بندہ و اعمال وی چون باز گفت اگرچہ اندک است و ناچیز آنرا بسیار خواند و بروی ثنا کرد و گفت ”و الذکرون الله کثیراً و الذکرات“ اینست معنی شاكر در نامهای خداوند عزوجل گناہ بزرگ از بندہ در گزارہ، و طاعت خرد بزرگ کند، عطاء بزرگ خود اندک شمرد سبحانہ ما اکر مہ عبادہ و الطفہ!

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس نام کے معنی ہیں کہ وہ بندہ سے چھوٹی چھوٹی اطاعتیں قبول کرتا ہے اور ان کو بڑی بنا دیتا ہے اور اپنے بہت سے انعامات عطا فرماتا ہے اور ان کو تھوڑا سا انعام شمار کرتا ہے اسی سے لوگوں نے دابة شکور کا لفظ وضع کیا ہے یعنی وہ چارپایہ جو چارہ کم کھاتا ہے اور جلد موٹا ہو جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے راحت کی یہ تمام نعمتیں، طرح طرح کی لذتیں اور خواہش دنیا میں اپنے بندوں پر برسائی ہیں، پھر بھی اس نے ان چیزوں کو تھوڑا سا کہا اور فرمایا کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے اور عقبیٰ کی زندگی میں اس نے اپنے دوستوں کو بہشت میں جس لاڈ پیار اور رحمتوں سے نوازا ہے ان کو بالائے کمال کہا ہے اور فرمایا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے صبر کی بدولت ان کو بالا خانہ ملا ہے جیسا کہ اس نے دوبارہ فرمایا ہے بندے کی اطاعتیں اور اعمال اگرچہ کم اور بے قیمت ہیں تاہم ان کو اللہ نے بہت فرمایا، بندے کی تعریف کی اور فرمایا ”کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں“ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام شاكر کے معنی یہی ہیں بندے کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرتا اور چھوٹی طاعتوں کو بڑا بنا دیتا ہے اور اپنی بڑی سے بڑی عطا کو کم شمار کرتا ہے۔ اس کی ذات پاک ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت لطف و کرم کرنے والا ہے۔

”ان الذين يكتُمون ما انزلنا --“ الآیہ عموم این آیت دلیل است کہ ہر آنکس کہ علی پنهان کند و از اہل خویش باز گیرد مستوجب عقوبت گردد و بهذا قال النبیؐ ”من سئل



عن علم فكتمه الجمعه الله بلجام من نار“ و این معنی منافی آن خبر نیست کہ مصطفیٰؐ گفت ”واضع العلم فی غیر اہلہ کالمالع اہلہ“ کہ این مخصوص است بنا اہل، کہ در شر استعانت بعلم کند و حق آن بنشاند، و حرمت آن ندارد، و این علم بہ نزدیک اللہ کم تر از دنیا نیست کہ مصطفیٰ ع گفت ”عرض حاضر یا کل منها البرّ و الفاجر“ جز آنکہ در شرع از سفیہ کہ اتفاق آن نہ بروحہ خویش کند منع کنند فذلک فی قوله تعالیٰ ”ولا تتوتو السفہاء اموالکم۔۔“ الآیہ۔

جو کچھ کہ ہم نے نازل فرمایا یہ لوگ جو کہ اس کو چھپاتے ہیں۔ الآیہ اس آیت کا عمومی (مفہوم اس بات کی) دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کو چھپاتا ہے اور اپنے لوگوں سے دبائے رکھتا ہے سزا کا مستحق ہے اور اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا ہے ”جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اللہ اس کو آگ کی لگام لگائے گا“ یہ حدیث اس حدیث کی نفی نہیں کرتی جس میں مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے ”نااہلوں کو علم دینے والا اس کے مستحقوں کو محروم کرنے والے کی مثل ہے“ کیونکہ یہ حدیث نااہل کے لئے مخصوص ہے جو علم کے ذریعے شر کی مدد کرتا ہے اور اس (یعنی علم) کے حق کو نہیں پہچانتا اور اس کی حرمت کی پاسداری نہیں کرتا اور یہ علم اللہ نے نزدیک دنیا سے کم تر نہیں ہے (۱۶) کیونکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ”موجودہ چیز (سامان) جس سے نیک و بد سب کھاتے ہیں“ سوائے ایسے سفہ لوگوں کے جو علم کو اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے۔ شرع ان کو علم دینے کی ممانعت کرتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کہی گئی ہے ”اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے سرمایہ زندگی بنایا ہے۔“

”ان الذین یکتبون۔۔“ الآیہ۔ مفسران گفتند ایشان علماء و رؤسای جہودان اند چون کعب اشرف و امن صوریہ و کعب اسید و امثال ایشان میگوید ایشان کہ پنهان کردند آنچه ما از آسمان فرو فرستادیم ”من البینات“ از آنچه روشن کردیم و در توریۃ بیان آن فرستادیم از حلال و حرام و حدود و فرائض و رحم ”و الہدی“ صفت و نعت مصطفیٰ ع و اثبات نبوی وی و یقال البینات مشار بہا الی الآیات المنزلۃ، و الہدی الی ما یستدل بہ من الامارات۔

ان الذین۔۔ الآیہ۔ مفسروں (۱۷) کا قول ہے کہ یہ لوگ یہودیوں کے علماء اور رؤسا مثلاً کعب اشرف اور

ان صورتوں اور کعب اسید اور ان ہی جیسے لوگ ہیں اللہ فرماتا ہے ہم نے آسمان سے جو نازل فرمایا اس کو ان لوگوں نے چھپایا ”من الہیات“ وہ چیزیں جن کو ہم نے واضح و روشن کیا اور حرام و حلال حد و دو فرائض اور رحم کے بارے میں توریت میں جو کچھ آسمان سے نازل فرمایا ”الہدیٰ“ مصطفیٰؐ کی صفت اور ان کی تعریف اور ان کی نبوت کا اثبات اور کہا جاتا ہے الہیات کے ذریعے نازل ہونے والی آیتوں کی طرف اشارہ ہے اور الہدیٰ ان نشانیوں کو کہنے ہیں جن کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔

”من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب“ پس از آنک بنی اسرائیل را در کتاب توریۃ این ہمہ روشن کردیم ایشان پنهان میکنند ”اولئک یلعنہم اللہ“ معنی لعنت راندن است و دور کردن از رحمت و خیر خویش، میگوید بریشان دو لغت است یکی لعنت حق دیگر لعنت خلق لعنت حق آنست کہ ایشانرا برند راز رحمت خود دور کند، و لعنت خلق آنست کہ از خدای عزوجل خواهند تا ایشانرا از بر خویش براند و از رحمت خود دور کند، و لعنت خلق آنست یا نہ کہ گویند۔ اللہم العنہم

”من بعد۔۔۔ الکتاب“ اس کے بعد کہ بنی اسرائیل کو ہم نے توریت میں تمام باتیں واضح کر دیں جن کو یہ لوگ چھپاتے ہیں اولئک۔۔۔ الخ لعنت کے معنی اپنی رحمت اور اپنے خیر سے دور کرنے اور بھگانے کے ہیں اللہ فرماتا ہے ان لوگوں سے دو لعنتیں ہیں ایک اللہ کی لعنت ہے ایک مخلوق کی اللہ کی لعنت یہ ہے کہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھتا ہے اور بھکا تا ہے اور مخلوق کی لعنت یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتی ہے کہ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے اور بھکا دے اور خلق کی لعنت یہ بھی ہے کہ لوگ دعا کرتے ہیں ”اے اللہ ان پر لعنت کر“

و خلاف است میان علماء کہ این لاعنان کہ اند؟ قومی گفتند فریشتگانند ابن عباس گفت کل شیء الا الجن والانس۔ حسن گفت ”عباد اللہ اجمعون“ ضحاک گفت ”ان الکافر اذا وضع فی حفرتہ قیل لہ من ربک؟ و من نبیک؟ و ما دینک؟ فیقول لا ادری فیقال لا دریت ثم یضرب ضربة بمطرقة فیصیح صیحة یسمعها کل شیء الا الثقلین فلا شمع صوتہ شیء انا نعنه فذلک قوله ”و یلعنہم اللہ الاعنون“ و قال ابن مسعود هو الرجل یلعن صاحبه فترفع اللعنة فی السماء ثم تنحدر فلا تجد صاحبها الذی قیل لہ اهلًا لذلک و لا المتکلم بها اهلًا لہا فتنتقل فتقع علی الیہود، و قال مجاہد۔ الاعنون البہائم تعلن عصاة نبی آدم اذا اسنت السنة و

امسك المطر، قالت هذا بشوم نبی آدم و انما قال ”الاعنون“ لانه و صفها بصفة العقلاء كقوله تعالى ”و الشمس و القمر رايتهم لى ساجدين“

علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ یہ لعنت بھیجنے والے کون ہیں؟ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ یہ فرشتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے جنوں اور انسانوں کے سوائے تمام چیزیں ہیں حسن کا قول ہے اللہ کے تمام بندے ہیں ضحاک نے کہا ہے کافر کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس سے دریافت کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا اس سے کہا جاتا ہے تمہیں نہیں معلوم پھر اسے ایک ہتھوڑا مارا جاتا ہے وہ ایسی چیخ مارتا ہے جسے جن و انس کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور جو بھی اس کی چیخ سنتا ہے اس پر لعنت بھیجتا ہے یہ بات اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوتی ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں اور ابن مسعود نے کہا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی کو لعنت کرتا ہے اس کی لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے تو لعنت کرنے والے اور جب شخص پر لعنت کی گئی ہے دونوں کو اس کا مستحق نہیں پاتی چنانچہ وہ جا کر یہود پر پڑ جاتی ہے اور مجاہد نے کہا ہے لعنت کرنے والوں سے مراد چوپائے ہیں جو گناہ گار آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب قسط سالی ہوتی ہے اور بارش رک جاتی ہے یہ چوپائے کہتے ہیں یہ بنی آدم کی نحوست کی وجہ سے ہے چوپایوں کو ”الاعنون“ کہا گیا ہے اس لئے کہ انہیں عقلاء کی صفت سے متصف کیا ہے ایسی مثالیں قرآن میں پائی جاتی ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”سورج اور چاند کو میں نے دیکھا ہے سجدہ کرتے ہوئے“

”الَّذِينَ تَابُوا“ الْآيَةَ۔۔۔“ مگر قومی کہ توبہ کنند ازین جھودان و از شرك بايمان آیند و از معصیت باطعت گردند ”و اصلحو“ و دلہای کز کردہ و تباہ کردہ راست کنند“ و بارہ آورند، و سرہای خود باحق آبادان دارند ”و بیتوا“ و صفت و نعمت مصطفیٰ کہ پوشیدہ میداشتند آشکارا کنند، و بر خلق روشن دارند، ”فاولئك اتوب عليهم“ ایشانند کہ ایشان رامی باز پذیرم و از گناہشان در گذرم و بیمارزم، و من خداوند باز پذیر ندہ و مهر بالم از من بخشاینده تر و مهر بانتر کس نیست بر بندگان۔

”الَّذِينَ۔۔۔“ لیکن ان یہودیوں میں سے وہ لوگ جو توبہ کریں گے شرک سے ایمان میں داخل ہو جائیں اور گناہوں سے پھر کر اطاعت کریں واصلحو اور اپنے تباہ کئے ہوئے اور بگاڑے ہوئے دل کو درست کریں گے اور اس کو راستے پر لے آئیں اور اپنے سروں (مراد دماغ ہے) کو حق سے آگاہ رکھیں و پیو اور مصطفیٰ کی وہ صفت اور شا جس کو انہوں نے چھپا رکھا ہے ان کو ظاہر کریں اور دنیا والوں پر روشن و واضح کریں فاؤلئک یہ وہ لوگ ہیں جن کو کہ ہم پھر سے

قبول کریں گے ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اور ان کو بخش دیں گے وہ اللہ ہے جو دوبارہ قبول کرنے والا ہے اور مہربان ہے مجھ سے بڑھ کر بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

”ان الذین کفروا ماتو و ہم کفار“ الایۃ۔۔۔ ایشان کہ کافر میں میرند لعنت خدای برایشان است و لعنت فریشتگان، و ہمہ مردمان، اگر کسی گوید، اہل دین ایشان لعنت نکنند برایشان پس چرا ہمہ مردمان، اگر کسی گوید، اہل دین ایشان لعنت نکنند برایشان پس چرا ہمہ مردمان گفت؟ جواب آنست کہ این در قیامت خواهد بود، کہ اول خدای عزوجل بر کافر ان لعنت کند پس فریشتگان پس ہمہ مردمان، و ذلك فی قوله ”یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضاً“ و روا باشد کہ تخصیص درین عموم شود و مومنانرا خوابد، تا ہم در دنیا لعنت کنند برایشان و ہم در عقبی و قال السدی لا یتلاعن اثنان مومنان ولا کافران فیقول احدهما لعن الله الظالم، الاوجبت تلك اللعنة علی الکافر ظالم ”خاندین فیها“ جاوید در آن لعنت اند در میان آتش یعنی کہ ہمیشہ از رحمت و خیر دور و عتاب نزدیک کہ ہر گز آن عذاب ازیشان برندارند و سبک نکنند، و مہلت ندهند کہ باز آیند عذری خواهند، و دریشان خود ننگرند و نہ خازنان سخن ایشانرا جواب کنند و نہ فریاد رسند“

”ان الذین۔۔۔ کفار“ وہ لوگ جو کافر مرتے ہیں ان پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام مخلوق کی لعنت ہوتی ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے ہم مذہب اس پر لعنت نہیں کرتے ہیں پھر کس لئے اس نے تمام مخلوق فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیامت میں ہو گا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کافروں پر لعنت کرے گا اس کے بعد فرشتے پھر تمام لوگ یہ بات اس ارشاد باری میں ہے ”قیامت کے دن تم میں سے بعض لوگ بعض کا انکار کریں گے اور بعض بعض پر لعنت کریں گے“ یہ بات مناسب ہے کہ اس عمومیت میں تخصیص ہو اور اللہ مومنوں سے چاہتا ہے کہ وہ کافروں پر دنیا میں لعنت کریں اور عقبی میں بھی سدی کا قول ہے دو مومن یا دو کافر جب ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اللہ ظالم پر لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس لعنت کو کافر پر چپاں کر دیتا ہے اس لئے کہ وہی ظالم ہوتا ہے ”خالدین فہما“ وہ لوگ آگ میں ہمیشہ اس لعنت میں گرفتار ہیں یعنی ہمیشہ کیلئے اس اللہ کی رحمت اور خیر سے دور ہیں اور ہمیشہ اس عذاب کے نزدیک ہیں جن کو وہ ان پر سے اٹھاتا ہے اور نہ ہلکا ہی کرتا ہے اور اللہ ان کو اس بات کی مہلت نہیں دیتا ہے کہ وہ واپس



آئیں اور اپنی غلطی پر عذر کریں اور ان پر نگاہِ رحم بھی نہیں کرتا اور نہ فرشتے ہی ان کو جواب دیتے اور نہ فریاد سنتے ہیں۔
 درج بالا سطور میں جو نمونہ نقل کیا گیا ہے اس سے خوبی اندازہ ہوتا چاہیے کہ مبدی نے پہلی نوبت اور دوسری نوبت کے عنوان سے جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں نہ تو کوئی منفردیات ہے اور نہ ہی فکر کا نیا پن فارسی بلکہ اردو کی بیشتر متداول تفسیروں کا یہی انداز ہے کہ پہلے کلام کی آیتوں کا لفظی ترجمہ کیا جاتا ہے بعد ازاں جن جن مقامات کو مفسر عام قاری کی فہم سے بالاتر سمجھتا ہے اس کو کھولنے کی سعی کرتا ہے اس کھولنے کے عمل میں کلام پاک کی دوسری آیتوں احادیث مبارکہ صحابہ کرام اور اخبار امت کے اقوال و آراء سب ہی کو اپنا رہنما بناتا ہے مبدی نے بھی اسی اصول پر عمل کیا ہے انہوں نے بھی ان تمام مفسروں کے اقوال نقل کر دیئے ہیں جو ان کے زمانے میں تفسیر کے اہم ستون سمجھے جاتے تھے۔ اوپر نقل ہوئی دونوں نوبتوں میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں ان سے پہلے کی تفسیروں میں لکھا جا چکا ہے۔

جہاں تک اسراف اور تائلہ کے بارے میں ان کے انسان ہونے کا ذکر ہے اس سلسلے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی اور مفسر نے ان انسانوں کا مخ ہو کر بت بن جانے کا تذکرہ کیا ہے یا نہیں مگر اسراف اور تائلہ نام کے بتوں کا تذکرہ مبدی سے پہلے کے مفسروں کے یہاں بھی ملتا ہے اس وقت ترجمہ تفسیر طبری تو ہمارے سامنے نہیں ہے۔ البتہ ایک قدیم تفسیر جو بالیقین مبدی کی تفسیر سے پہلے لکھی گئی تھی ہمارے پیش نظر ہے، یہ تفسیر خشکی از تفسیر کمن (۱۸) کے نام سے ۱۳۵۱ھ ش (۷۳-۷۲ء) میں ایران سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اس میں بھی اسراف اور تائلہ کا بطور بت ذکر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب جب صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو جس بت کے پاس پہنچتے اس کو سجدہ کرتے اور صفا اور مروہ کے بارے میں بھی ان کے پیش کردہ معلومات میں کوئی ندرت نہیں ہے انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ان سے پہلے کی دوسری تفسیروں میں موجود ہے۔

کشف الاسرار کی شہرت کا سارا دار و مدار اس میں درج تیسری نوبت پر ہے جس کو سب ہی لوگوں نے ایک منفرد خصوصیت قرار دیا ہے مگر جہاں تک ہم کو علم ہے کسی ایک بھی مصنف نے تیسری نوبت میں درج معلومات کا تحلیل و تجزیہ کر کے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ اس نوبت میں مبدی نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا کلام پاک کے متن سے کتنا اور کس قسم کا تعلق ہے؟ اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہم گذشتہ سطور میں درج نمونے کی تیسری نوبت کو نقل کر رہے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ یہ تیسری نوبت ہے کیا چیز؟

النوبة الثالثة - قوله تعالى: "ان الصفا والمروة من شعائر الله-الآیه-". اثار تست بصفوة دل دوستان در مقام معرفت، و مروہ اشار تست بمروت عارفان در راه خدمت میگوید آن صفوت و این مروت در نهاد بشریت و بحر ظلمت از نشانهای توانائی و دانائی و نیل

خدائی اللہ است و الیہ الاشارة بقولہ تعالیٰ ”یخرجہم من الظلمات الی النور“ پس نہ عجب اگر شیر صافی از میان خون بیون آرد، عجب آنست کہ این دریتیم در آن بحر ظلمت بدارد، و جوہر معرفت در صدف انسانیت نگہ دارد

تیسری نوبت ”ان الصفا۔۔۔“ الایہ صفا معرفت کے مقام میں دوستوں کے دل کی برگزیدگی کی طرف اشارہ ہے اور مر وہ اشارہ ہے خدمت کی راہ میں عارفوں کی مروت کی طرف وہ کتاب ہے بشریت کی فطرت اور تاریکی کے سمندر (مراد انسان) میں وہ برگزیدگی اور یہ مروت اللہ تعالیٰ کی توانائی، دانائی اور قادریت کی نشانیوں میں ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ اس ارشاد باری سے ہوتا ہے ”ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے“ اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس پیش بہاموتی کو اس تاریکی کے سمندر میں رکھتا ہے اور بشریت کی سپید (ظاہر قالب) میں معرفت کے موتی کی حفاظت کرتا ہے۔

حکایت کنند کہ ذوالنون مصری مردی را دید کہ ظاہری شوریدہ داشت گفت۔ دلم اور را میخواست و بولایت وی گواہی میداد، اَمَّا نَفْسُ مِنْ او رَامی نخواست و می پذیرفت، ساعتی درین اندیشہ بودم میان خواست دل ورد نفس آخر آن جوانمرد بمن نگرست۔ یا ذوالنون الدر وراء الصدف، گفت صدف انسانیت را چہ بنی؟ آن در بین کہ در درون صدف است آرمی چنین است و لکن میدان کہ نہ در ہر صدفی دور گوہر بود، چنانچہ نہ در ہر شاخی میوہ و ثمر بود، نہ در ہر چاہی یوسف دلبر بود، نہ بر ہر کوہی موسیٰ انور بود، نہ در ہر غاری احمد پیغامبر بود، نہ در ہر دلی یاد دوست مہربان بود، نہ در ہر جانی مہر جانان بود، دلی کہ درو یاداللہ برد در کنف رعایت و در خذر حمایت معصوم بود، جانی کہ درو مہر جانان بود در بحر عینان سرقہ نور بود۔

لوگ کہتے ہیں کہ ذوالنون مصری نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ظاہری حال پاگلوں جیسا تھا ذوالنون نے بتلادیا کہ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا اور اس کی ولایت کی گواہی دی لیکن میرا نفس اس کی طرف صرف مائل نہیں ہوا اور اس نے اس کو قبول نہیں کیا، ایک گھنٹے تک میں اسی طرح دل کے میلان اور نفس کے انکار کے درمیان (گوگو کے عالم میں رہا) آخر کار جوان مرد نے میری طرف دیکھا اور کہا موتی سیپ سے پرے ہے اے ذوالنون بشریت کی سیپ (مراد ظاہری حالت) کو کیا دیکھتے ہو؟ لیکن اس بات کو جان لو کہ ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح جس طرح ہر

شاخ میں میوہ اور پھل نہیں ہوتا اور نہ ہر کنویں میں یوسف جیسا معشوق ہوتا ہے اور نہ ہر پہاڑ پر روشنی والے موسیٰ ہوتے ہیں اور نہ ہر غار میں پیغمبر احمدؑ ہوتے ہیں نہ ہر دل میں مہربان دوست کی یاد ہوتی ہے اور نہ ہر جان میں محبوب کی محبت ہوتی ہے۔ وہ دل کہ جس میں اللہ کی یاد ہوتی ہے وہ معصوم کی حفاظت (۱۹) کے لئے اچھا سلوک (۲۰) اور اس کی بے حالی (۲۱) کے موقع پر اس کی حمایت کرتا ہے وہ جان جس میں جانان (محبوب) کی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر کے سمندر میں روشنی میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔

اینست کہ آن عزیز روزگار گفت ”قلوب المشتاقین منورة بنور الله و اذا تحرك اشتياقهم اضاء النور ما بين السماء و الارض“ فيعرضهم الله على الملائكة فيقول هتولاء المشتاقون الى، اشهدكم اني اليهم اشوق، وقيل من اشتياق الى الله اشتياق اليه كل شيئي قال بعض المشائخ انا ادخل السوق و الاشياء تشتاق الى و انا عن جميعها حرة و اعجب من هذا ما حكى عن محمد بن المبارك الصوري، قال كنت مع ابراهيم بن ادهم في طريق بيت المقدس فنزلنا وقت القيلولة تحت شجرة رمانة فصلينا ركعات فسمعت صوتاً من اصل الرمانة يا ابا اسحاق، اكر منا بان تاكل مناشياً فقلت يا ابا اسحاق بسمعت، فقام و اخذ رمانتين، فاكل واحدة و ناوئني الاخرى، فاكلتها وهي حامضة كانت شجرة قصيرة فلما رجعنا مررنا بها، فاذا هي شجرة عالية و رمانها حلو و هي تثمر في كل مرتين، و سموها رمان العابدين دبائوى الى ظلها العابدون“

یہ وجہ ہے کہ اس محبوب خلافت (۲۲) نے کہا ”مشتاقوں کے دل اللہ کے نور سے منور ہیں جب ان کا اشتیاق متحرک ہوتا ہے تو وہ زمین اور آسمان کے مابین تمام چیزوں کو نور سے بھر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے یہ لوگ میرے مشتاق ہیں میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں بھی ان کا زیادہ مشتاق ہوں کہا گیا ہے: جو شخص اللہ کا مشتاق ہوتا ہے ہر چیز اس کی مشتاق ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں میں بازار جاتا ہوں تو چیزیں میری طرف مشتاقانہ دیکھتی ہیں جب کہ میں ان سب سے آزاد ہوں۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ حکایت ہے جو محمد بن المبارک صوری سے منقول ہے فرماتے ہیں میں ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف عازم سفر تھا قیلوالہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے اترے ہم نے چند رکعتیں نماز ادا کی میں نے اس درخت کی جڑ میں سے ایک آواز سنی اے ابا اسحاق ہمارے پھلوں میں سے کچھ کھا کر ہمیں شرف بخشے ابراہیم نے سر جھکا لیا تین مرتبہ ایسی ہی آواز آئی پھر اس آواز نے مجھے مخاطب کیا اے محمد ان سے سفارش کر دیجئے کہ ہمارے پھلوں میں سے کچھ کھالیں میں نے کہا

اے ابواسحاق آپ نے سن لیا؟ انہوں نے اٹھ کر دو انار توڑے ایک خود کھایا دوسرا مجھے دیا جسے میں نے کھالیا۔ وہ درخت چھوٹا سا تھا اور اس کا پھل کھٹا تھا۔ سفر سے واپسی پر ہم وہاں سے گزرے اس وقت وہ درخت بہت بڑا ہو چکا تھا اور اس کا پھل میٹھا ہو گیا تھا اور وہ سال میں دو بار پھل دیتا تھا۔ اس علاقے کے لوگوں نے اس کا نام رمان العبدین (عبادت گزاروں کا انار) رکھ دیا تھا اس کے سائے میں عبادت گزار آرام کرتے تھے۔

میدی کی درج بالا تیسری نوبت جن آیتوں کی ”عارفانہ“ تفسیر ہے، ان کا ترجمہ اور انہی کی خود میدی کی تحریری کردہ تفسیر گزشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہے۔ ان دونوں نوبتوں کو غور سے پڑھنے اور دماغ سوزی کرنے کے باوجود اس تیسری نوبت کو گزشتہ دونوں نوبتوں کا ”عارفانہ“ تکملہ قرار دینا ہمارے لئے دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ اس تیسری نوبت میں چاہے جتنے اعلیٰ بلکہ اعلیٰ ترین عارفانہ نکات کیوں نہ بیان کئے گئے ہوں اس کو پہلی نوبت میں درج کلام پاک کی آیتوں کی تفسیر قرار دینا ہمارے نزدیک قرآن پاک کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ چھٹی صدی ہجری سے لے کر آج یعنی پندرہویں صدی ہجری کے رنج اول تک جو صاحب قلم بھی کشف الاسرار پر قلم اٹھاتا ہے وہ میدی کی تحریر کردہ تیسری نوبت کو دنیا کے تفسیر کا شاہکار قرار دیتا ہے مگر اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ اس تیسری نوبت میں جو عارفانہ تفسیر ار قام فرمائی جا رہی ہے اس کا کلام پاک کے متن سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں؟

اس سرسری مطالعہ کے بعد یہ بات مزید تشنہ ثبوت ہو جاتی ہے کہ اس تفسیر کا خواجہ عبداللہ انصاری کی گم شدہ تفسیر سے کوئی تعلق ہے۔ اس کی پہلی نوبت کو خواجہ عبداللہ انصاری سے نسبت نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ کلام پاک کی آیتوں کا مجرد ترجمہ ہے تفسیر نہیں۔ دوسری نوبت کو بھی خواجہ عبداللہ انصاری سے منسوب کرنا محال ہے کیونکہ اس میں اطناب ہی اطناب ہے ایجاز کا کہیں گزر نہیں ہاں تیسری نوبت کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں خواجہ عبداللہ انصاری کے فرمودات کا کہیں نہ کہیں ہلکا سا عکس بھی ہو سکتا ہے مگر سوال یہ باقی رہتا ہے کہ اس تیسری نوبت و تفسیر کے زمرے میں شمار کیا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کشف الاسرار کو خواجہ عبداللہ انصاری سے کوئی نسبت خفی بھی نہ دی جائے تو بہتر ہے ہم سے پہلے کے لوگوں نے ایسا کیوں کیا تھا اس کا جواب اب دینا ممکن نہیں ہے اس لئے خاموشی اولیٰ۔ اس مثال سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ”عارفانہ تفسیر“ کیا اور کیسی ہوتی ہے اور اس میں کن کن موضوعات کو کس حد تک اپنے اندر سمو لینے کی طاقت و قوت پوشیدہ ہوتی ہے۔ عارفانہ تفسیر کا جذبہ و جذبہ اب جب اپنے نقطہ عروج پر پہنچتا ہے تو نہ تو عارفانہ نکات باقی رہتے ہیں نہ تفسیر یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ایک ایسی نئی چیز میں تبدیل ہو جاتی ہیں جس کو ابھی تک کوئی نام نہیں دیا جاسکا ہے شاید صدیوں بعد کے لوگ اس کو کوئی نام دے سکیں۔

حوالہ جات

- (۱) نشر البرز، چاپ اول، ۱۳۶۹ھ ش ص ۲۷۳ (۲) پیش گفتار، ص ۲
- (۲) مولانا رضی الاسلام ندوی اور مولانا محمد اسلام عمری کا شکر گزار ہوں جنہوں نے عربی اقتباسات کے ترجمے کئے ہیں۔
- (۳) ہزار سال تفسیر فارسی ص ۲۷۳
- (۴) صرف اردو ترجمہ درج کیا جا رہا ہے۔ کلام اللہ کے الفاظ دوبارہ نقل نہیں کیے جا رہے ہیں۔
- (۵) مفسر نے ان کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔
- (۶) تنگی کے معنی پریشانی بھی ہے۔ ویسے جناح کی وجہ سے یہاں لفظ ”گناہ“ مناسب ہوتا۔
- (۷) کن لوگوں کا قول ہے یہ نہیں بتایا گیا۔
- (۸) روحِ مردانہ کوٹ کے لئے بھی مستعمل ہے اور قدیم زمانے کی خواتین کی قمیض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
- (۹) برکت کے ایک معنی حمد و ثناء اور توصیف کے بھی ہیں (۱۱) فترت وہ زمانہ جو دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ ہو۔
- (۱۲) یہاں لفظ ”حرج“ ہے جس کے ایک معنی گناہ کے بھی ہیں۔
- (۱۳) اصل فارسی متن میں جناح کا ترجمہ تنگی کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تنگی کا لفظ گناہ کے لئے مستعمل تھا۔ ہم نے اس لفظ کا ترجمہ صرف گناہ ہی نہیں کیا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے پریشانی بھی کیا ہے۔
- (۱۴) سپاس داری کر دن to retrain thanks اسٹکاز ص ۱۵۰
- (۱۵) پاداش کے معنی Reward کے بھی ہیں۔ اردو میں عام طور سے یہ لفظ سزا کے معنوں میں بولا جاتا ہے جزایا انعام کے بارے میں نہیں۔ اسٹکاز (ص ۲۲۹) میں پاداش کے معنی ساتھی درج ہیں اور پاداش (پاداش ن) کے معنی retribution (good or bad, reprisals, reward, revenge) لکھے گئے ہیں۔ یہی معنی پاداش کے بھی ہیں۔
- (۱۶) یعنی حصول دنیا کے برابر ہو۔ (۱۷) مفسروں کا نام نہیں بتایا گیا۔
- (۱۸) ترجمہ تفسیر طبری اور ”خشعی از تفسیر کہن“ کے تفصیلی مطالعے کے لئے میری کتاب ”ایران کی چند اہم فارسی تفسیریں“ ج اول مطبوعہ انجمن فارسی دہلی ملاحظہ ہو۔
- (۱۹) ”لف“ حفاظت کرنا، مدد کرنا، نیابت کے معنی میں ہے۔ (۲۰) ”رعایت“ کے ایک معنی اچھے سلوک کے بھی ہیں۔
- (۲۱) خدر (خ پر زبر) بے حالی رات کی تاریکی، بارش وغیرہ۔
- (۲۲) قبول پرو فیسر نذیر احمد صاحب ”آن جوان مرد“ سنائی کی طرف اشارہ ہے اور یہ اشارہ کس کی طرف ہے معلوم نہیں۔